ابن جریر طبری کی تاریخ الامم والملوک میں انبیاء علیہم السلام سے متعلق روایات پر بائبل کے اثرات

Impacts of Bible on the Narrations Relating to Prophets in Ibn Jarir's Tarikh al-Umam wal-Muluk

انوار اللہ

پی ایچ۔ڈی ریسرچ سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ و تحقیق، یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، بنوں

anwarakdc@yahoo.com

ڈاکٹر عرفان اللہ

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ و تحقیق، یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، بنوں

Abstract

Abu Ja'far Ibn Jarir al-Tabari was the master of all Islamic knowledge. He was the author of many books. But Tarikh al-Umam wa al-Muluk and Jami'al-Bayan fi Tafsir al-Quran became the cause of his fame. These two books became the sources for upcoming authors. Incident of the past is the subject of the Holy Quran. Because the incidents related to the prophets and their nations have been mentioned in the Holy Quran as a lesson for Muslims. The incidents related to the prophets have been mentioned briefly in the Holy Quran except the incident of Hadrat Yusuf (AS), because the aim of the Holy Quran is to provide lesson not to tell stories.The Bible has mentioned the incidents related to the prophets and their nations in detail in the form of stories. So such events have been attributed to the prophets whose appearance is not possible from them. Imam al-Tabari also mentioned these events in his Tafsir and Tarikh. He has attributed such fabricated narrations to the prophets which are against the basic belief of the Muslims. Because, according to Muslims, all the prophets are innocent. In this article, life of Imam Tabari and his methodology in Tarikh al-Umam wa al-Muluk has been discussed. The fabricated narrations related to the prophets have been narrated, their Isnad have been discussed and reviewed rationally, and then exactly the same verses have been taken from the Bible to prove that these narrations have been taken from the Bible. The aim of criticizing these narrations is that scholars and public should not propagate them without research.

Key words: Quran, Tabari, History, Prophets, Bible, Impact.

تعارف ابن جریر طبری

نام محمد، ولدیت جریر، دادا کا نام یزید اور کنیت ابو جعفر ہے۔ پیدائش طبرستان میں ہوئی تو اس کی نسبت سے طبری کہلاتے ہیں۔ سن ولادت میں دو اقوال ہیں:

پہلا قول: 224ھ کے آخر میں پیدا ہوئے۔ دوسرا قول: 225ھ کے اول میں پیدا ہوئے۔ ابن جریر خود اپنے ابتدائی حالات زندگی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "میں نے سات سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کر لیا، آٹھ سال کی عمر میں لوگوں کو نمازیں پڑھانا شروع کر دیں اور نو سال کی عمر میں حدیث لکھنا شروع کر دیا تھا"۔ ابن جریر طبری نے علوم وفنون کی تکمیل کے لئے مختلف علماء اور علاقوں کی طرف اسفار کئے۔ عراق میں ابو مقاتل سے فقہ پڑھی، احمد بن حماد دولابی سے کتاب المبتداء لکھی مغازی محمد بن اسحاق کے واسطہ سے سلمہ بن فضل سے حاصل کی اور اسی پر اپنے کتاب کی بنیاد رکھی۔ کوفہ میں ہناد بن السری اور موسیٰ بن اسماعیل سے حدیث لکھی، سلیمان بن خلاد طلحی سے قراءت کا علم حاصل کیا پھر وہاں سے بغداد لوٹ آئے، احمد بن یوسف تغلبی کی صحبت میں رہے اور اس کے بعد فقہ شافعی کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی کو اپنا مسلک ٹھہرا کر کئی سال تک اس کے مطابق فتویٰ دیتے رہے، بیروت میں عباس بن ولید بیروتی سے شامیوں کی روایت میں قرات وتلاوت مکمل کی۔ مصر میں بھی ایک طویل دور تک قیام پزیر رہے، اسی اثناء میں شام چلے گئے پھر لوٹ آئے اور امام مزنی اور عبد الحکیم کے صاحبزادوں سے فقہ شافعی کا علم حاصل کیا اور ابن وہب کے شاگردوں سے فقہ مالکی کی تحصیل کی۔ غرض علامہ طبری نے حدیث، تفسیر، قراءت، فقہ، تاریخ، شعر وشاعری اور تمام متداول علوم وفنون میں مہارت حاصل کر لی تھی۔ مختلف عنوانات پر 26 کے قریب کتابیں تصنیف کیں، ان میں تفسیر طبری کے علاوہ تاریخ طبری بہت زیادہ مشہور ومعروف ہے۔[1]

تاریخ الامم والملوک کا مختصر تعارف

اس کتاب کا نام "تاریخ الرسل والملوک" یا "تاریخ الامم والملوک" ہے۔ البتہ عوام وخواص میں تاریخ طبری کے نام سے مشہور ہے علامہ طبری کی یہ تصنیف عربی تصانیف میں مکمل اور جامع تصنیف شمار کی جاتی ہے، یہ کتاب ان سے پہلے کے مؤرخین یعقوبی، بلاذری، واقدی، ابن سعد، وغیرہ کے مقابلہ میں کامل اور ان کے بعد کے مؤرخین، مسعودی، ابن مسکویہ، ابن اثیر اور ابن خلدون وغیرہ کے لئے ایک راہنما تصنیف بنی۔ معجم الادباء میں یاقوت حموی نے لکھا ہے کہ: ابن جریر نے اپنی اس تالیف میں 302ھ کے آخر تک کے واقعات کو بیان کیا اور بروز بدھ 27 ربیع الاول 303ھ میں اس کی تکمیل کی۔[2]

طرز تصنیف ومنہج

ابن جریر نے اپنی تاریخ کی ابتداء حدوث زمانہ کے ذکر سے کی ہے۔ اول تخلیق یعنی قلم ودیگر مخلوقات کے تذکرہ سے کیا پھر اس کے بعد آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء ورسل کے اخبار وحالات کو تورات میں انبیاء کی مذکور ترتیب کے مطابق بیان کیا یہاں تک کہ حضور ﷺ کی بعثت تک تمام اقوام اور ان کے واقعات کو بھی بیان کیا ہے۔ اسلامی تاریخ کے حوادثات کو ہجرت کے سال سے لے کر 302 ہجری تک مرتب کیا اور ہر سال کے مشہور واقعات وحوادثات کو بیان کیا۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں حدیث، تفسیر، لغت،

ادب، سیرت، مغازی، واقعات وشخصیات، اشعار، خطبات ومعاہدات وغیرہ کو خوبصورت اسلوب میں مناسب ترتیب کے ساتھ بیان کیاہے۔ ہر روایت کو اس راوی اور قائل کی طرف بغیر نقد وتحقیق کے منسوب کیا ہے۔ان کو کتاب وفصول کے عنوان سے تقسیم کر کے علماء کے اقوال سے مزین کیاہے۔پوری کتاب میں مصنف کا اسلوب یہ ہے کہ واقعات وحوادثات اور روایات کو اس اسناد کے ساتھ بغیر کسی کلام کے ذکر کرتے چلے گئے ہیں۔جن کتابوں اور مؤلفین سے استفادہ کیاہے تو جگہ جگہ ان کے ناموں کی صراحت کی ہے۔ تاریخ طبری کے بہت سارے تکملات لکھے گئے اور کئی لوگوں نے اس کا اختصار بھی کیااور خود طبری نے سب سے پہلے اس کا ذیل لکھا۔ بعض حضرات نے اس کا فارسی میں ترجمہ کیا پھر فارسی سے ترکی زبان میں بھی ترجمہ کیا گیا۔

مصادر تصنیف

علامہ طبری نے اپنی اس تصنیف کے لیے جن مصادر کا انتخاب کیاوہ درجہ ذیل ہیں:

1. تفسیر عکرمہ ومجاہد
2. سیرۃ ابان بن عثمان، عروہ بن زبیر، شرجیل بن سعد، موسی بن عقبہ اور ابن اسحاق سے نقل کئے ہیں
3. ارتداد اور فتوحات بلاد کے واقعات سیف بن عمر اسدی سے نقل کیے.
4. جنگ جمل اور صفین کے واقعات ابومخنف اور مدائنی سے نقل کیے
5. بنوامیہ کی تاریخ عوانہ بن حکم سے نقل کی
6. بنوعباس کے حالات احمد بن ابوخیثمہ کی کتابوں سے لکھے
7. اسلام سے پہلے عربوں کے حالات عبید بن شریۃ الجرہمی، محمد بن کعب قرظی اور وہب بن منبہ سے لیے
8. اہل فارس کے حالات فارسی کتابوں کے عربی ترجموں سے لیے۔[3]

ان تمام خصوصیات کے باوجود تاریخ طبری میں جگہ جگہ ایسی بے بنیاد اور جھوٹی روایات مروی ہیں جن کی کوئی معقول ومناسب توجیہ نہیں کی جاسکتی ہے۔چوں کہ تاریخ طبری بڑے بڑے دروغ گو اور متہم بالکذب راویوں کی روایات سے بھری ہوئی ہے۔مثلاً تاریخ طبری کی روایات کا ایک جائزہ لینے کے لئے ڈاکٹر خالد علال کبیر صاحب نے تاریخ طبری میں موجود ثقہ وغیر ثقہ راویوں کی روایات کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیاہے۔وہ لکھتے ہیں:

تاریخ طبری میں اس بارہ(12) مرکزی رواۃ کی روایات کا جائزہ لیتے ہیں جن میں سے سات راوی کذاب یا متہم بالکذب ہیں اور پانچ ثقہ ہیں جھوٹے اور متہم بالکذب راویوں کی روایات کا اجمالی خاکہ:

محمد بن سائب کلبی کی بارہ (12)روایات۔ہشام بن محمد کلبی کی پچپن (55)روایات۔ محمد بن عمر کی چار سو چالیس (440) روایات۔ سیف بن عمر تمیمی کی سات سو(700)روایات۔ابومخنف لوط بن یحیی کی چھ سو بارہ(612)روایات۔ ہیثم بن عدی کی سولہ (16)روایات۔ محمد بن اسحاق بن یسار کی ایک سو چونسٹھ (164)روایات۔ان سب روایات کا مجموعہ جن کو مؤرخ طبری نے اپنی تاریخ میں نقل کیاہے وہ انیس سوننانوے(1999) ہے۔

ثقہ روایوں کی روایات کا اجمالی خاکہ: زبیر بن بکار کی آٹھ (8) روایات۔ محمد بن سعد کی ایک سو چونسٹھ (164) روایات۔ موسیٰ بن عقبہ کی سات (7) روایات۔ خلیفہ بن خیاط کی ایک (1) روایت۔ وہب بن منبہ کی چھیالیس روایات۔ تاریخ طبری کے ان پانچ ثقہ راویوں کی روایات کا مجموعہ دوسونو (209) ہے۔ تو گویا تاریخ طبری میں دوسو نو ثقہ روایات کے مقابلے میں ان سات جھوٹے اور متہم بالکذب راویوں کی انیس سوننانوے (1999) روایات ہیں۔ ان دونوں کے تناسب سے اندازہ لگا جاسکتا ہے کہ تاریخ طبری جیسی قدیم اور مستند سمجھی جانی والی کتاب کا جب یہ حال ہے تو تاریخ کی باقی کتابوں کا کیا حال ہوگا۔[4]

اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہ السلام انسانوں کی رشد و ہدایت کی خاطر مبعوث فرمائے، ان میں سے چند ایک کے نام قرآن مجید میں مذکور ہے اور باقی کے اللہ نے بیان نہیں کئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّن قَبْلِكَ مِنْهُم مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ"[5]

ترجمہ: اور ہم نے آپ سے پہلے رسول بھیجے جن میں سے بعض کا قصہ تمہیں بیان کیا اور بعض کا قصہ بیان نہیں کیا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام جن کی تخلیق اور ان کی زندگی سے متعلق واقعات قرآن مجید کے کئی سورتوں میں مختلف انداز سے ارشاد وارد ہوئے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ"۔[6]

دوسری جگہ ارشاد ہے: "وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ"۔[7]

ایک اور جگہ ارشاد ہے: "إِنَّ مَثَلَ عِيسَى عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ"۔[8]

جنت کی سکونت کے حوالے سے ارشاد ہے: "وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ"[9]

آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر جنت اور وہاں سے خروج کے متعلق جس طرح قرآن کے ارشادات ہیں، اسی طرح بائبل میں بھی واقعات مشہور ہیں اور پھر تاریخ طبری میں بھی اس قسم کے روایات پائے جاتے ہیں جن کا ذیل میں تجزیہ کیا جاتا ہے:

1 حدثني موسى بن هارون الهمداني قال حدثنا عمرو بن حماد قال حدثنا أسباط عن السدي في خبر ذكره عن أبي مالك وعن أبي صالح عن ابن عباس وعن مرة الهمداني عن ابن مسعود وعن أناس من أصحاب النبي صلى الله عليه و سلم قال لما قال الله عز و جل لآدم اسكن أنت وزوجك الجنة وكلا منها رغدا حيث شئتما ولا تقربا هذه الشجرة فتكونا من الظالمين أراد إبليس أن يدخل عليهما الجنة فمنعه الخزنة فأتى الحية وهي دابة لها أربع قوائم كأنها البعير وهي كأحسن الدواب۔ الخ[10]

ترجمہ: ابن عباس، ابن مسعود اور چند دیگر صحابہ کرام سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو فرمایا:

"اسكن أنت وزوجك الجنة وكلا منها رغدا حيث شئتما ولا تقربا هذه الشجرة فتكونا من الظالمين "[11]

تو ابلیس نے ان دونوں کے پاس جنت میں داخل ہونے کا ارادہ کیا لیکن محافظ فرشتوں نے اسے روک لیا پس وہ سانپ کے پاس آیا اور وہ سانپ اس وقت چار ٹانگوں والے جانور کی شکل میں تھا اور اونٹ برابر تھا، ابلیس نے اس سے کہا کہ تو مجھے اپنے منہ میں چھپا کر جنت

میں داخل ہو جاتا کہ میں آدم تک پہنچ سکوں پس اس نے ایسا ہی کیا اور اسے لے کر محافظ فرشتوں کے پاس سے گزرا لیکن وہ حقیقت نہ جان سکے اس لیے کہ اللہ تعالی کی مشیت یہی تھی۔ ابلیس نے سانپ کے منہ میں بیٹھے بیٹھے آدمؑ سے گفتگو کی مگر انہوں نے توجہ نہ دی اس پر وہ باہر نکل آیا اور کہنے لگا اے آدمؑ کیا میں تمہاری ایک ایسے درخت کی طرف راہنمائی نہ کروں جس کے پھل کو اگر تم کھالو تو اللہ تعالیٰ کی طرح بادشاہ ہو جاؤ گے یا حیات ابدی پالو گے اور تمہیں کبھی موت نہ آئے گی اور اللہ کی قسم کھا کر اپنے بارے میں یقین دلایا کہ میں تمہارا ہمدرد اور خیر خواہ ہوں۔ ابلیس نے یہ تمام حرکت صرف اس لیے کی تھی تا کہ ان کے جسموں سے جنت کا لباس اتر جائے اور ان کے پوشیدہ اعضاء ظاہر ہو جائیں۔ شیطان کو یہ معلوم تھا کہ ان کے پوشیدہ اعضاء ان کی شرم گاہیں ہیں اور اسے اس چیز کا علم اس لیے تھا کہ وہ فرشتوں کی کتب کا مطالعہ کرتا رہا تھا جب کہ آدمؑ کو اس وقت تک لباس اور شرم گاہوں کو چھپانے کی اہمیت کا اندازہ نہ تھا۔ آدم علیہ اسلام نے ابلیس کی بات ماننے سے انکار کر دیا جبکہ حواء آگے بڑھیں اور پھل کھالیا پھر کہنے لگیں اے آدمؑ تم بھی کھالو دیکھو میں نے کھایا ہے اور کچھ بھی نقصان نہیں ہوا اس پر آدمؑ نے بھی وہ پھل کھالیا۔ آدمؑ کے پھل کھاتے ہی دونوں کے پوشیدہ اعضاء ننگے ہو گئے اور وہ اپنے آپ کو جنت کے پتوں سے ڈھانپنے لگے۔[12]

اس روایت کو ابن جریر طبری نے بعینہ اسی سند کے ساتھ اپنی تفسیر جامع البیان فی تفسیر القرآن میں بھی نقل کیا ہے۔ تفصیل سے بچنے کے لئے صرف حوالہ پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔[13]

اس روایت پر تبصرہ

اس روایت کی سند میں ایک راوی ابو محمد الکوفی، عمرو بن حماد بن طلحۃ القناد ہے جو اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں۔ جس کو ابو حاتم نے صدوق کہا ہے اور محمد بن عبد اللہ الحضرمی نے اس کو ثقہ کہا ہے اور ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے لیکن ابو عبید الآجری کہتے ہیں کہ میں نے ابو داؤد سے عمرو بن حماد کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا کہ یہ رافضی تھے۔[14] اس روایت کا دوسرا راوی اسباط ہے جس کو ابو نعیم نے ضعیف قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی عام احادیث مقلوب الاسانید ہوتی ہیں۔ امام احمد نے اس کے متعلق لا ادری کہا ہے۔ نسائی نے اسے لیس بالقوی کہا ہے۔[15]۔ اس روایت کے ایک اور راوی السدی ہیں جس کا پورا نام السدی اسماعیل بن عبد الرحمن ہے۔ علماء جرح و تعدیل میں سے امام نسائی نے اس کو صالح الحدیث کہا ہے جب کہ یحیی بن سعید القطان نے اس کو لا باس بہ کہا ہے۔ امام احمدؒ نے اس کو مقارب الحدیث جب یحیی بن معین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور ابو زرعہ نے لین الحدیث کہا ہے۔[16]

اب یہ روایت کہاں سے لی گئی ہے؟ تو اس جیسی ایک روایت بائبل میں ملتی ہے۔ وہاں کچھ اس طرح کے الفاظ ہیں: "خدا نے جن تمام حیوانات کو پیدا کیا اور ان میں سے سانپ ہی چالاک اور عیار رینگنے والا ہے۔ سانپ نے اس عورت سے پوچھا، " کیا یہ صحیح ہے کہ خدا نے تجھے باغ کے کسی بھی درخت کا میوہ کھانے سے منع کیا ہے؟" عورت نے کہا، نہیں" ہم لوگ باغ کے کسی بھی درخت سے پھل کھا سکتے ہیں۔ لیکن ایک ایسا درخت ہے جس کا پھل ہم لوگوں کو نہیں کھانا چاہئے۔ خدا نے ہم سے کہا ہے، " باغ کے بیچ والے درخت کا پھل تمہیں نہیں کھانا چاہئے! تمہیں اس درخت کو چھونا بھی نہیں چاہئے ورنہ تم مر جاؤ گے۔ اِس بات پر سانپ نے عورت سے کہا، " تم نہیں مرو گی۔ خدا جانتا ہے کہ اگر تم اُس درخت کا پھل کھاؤ گی تو تم میں خدا کی طرح اچھے اور بُرے کی تمیز کا شعور پیدا

ہو جائے گا۔" عورت کو وہ درخت بڑا ہی خوش نما معلوم ہوا اور اس نے دیکھا کہ اس درخت کا پھل کھانے کے لئے بہت ہی موزوں و مُناسب ہے۔ اس نے سوچا کہ اگر وہ اس درخت کا پھل کھاتی ہے تو وہ عقلمند ہو جائے گی۔ اس لئے اس نے اس درخت کے پھل کو توڑ کر کھایا۔ اور اس کا تھوڑا حصّہ اپنے شوہر کو بھی دیا اور اس نے بھی اسے کھایا۔ ان کی آنکھیں کھل گئیں ان لوگوں نے محسوس کیا کہ وہ برہنہ تھے۔ انہوں نے کچھ انجیر کے پتے لئے اسے ایک دوسرے سے جوڑ کر اپنے اپنے جسموں کو ڈھک لئے "۔[17]

2 حدثنا الحسن بن يحيى قال أخبرنا عبدالرزاق قال أخبرنا عمر بن عبدالرحمن بن مهرب قال سمعت وهب بن منبه يقول لما أسكن الله تعالى آدم وزوجته الجنة ونهاه عن الشجرة وكانت شجرة غصونها متشعب بعضها في بعض وكان لها ثمر تأكله الملائكة لخلدهم۔۔الخ۔[18]

ترجمہ: وہب بن منبہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدم و حوا کو جنت میں رہائش عطا فرمادی اور ایک درخت کو ان کے لیے ممنوع قرار دے دیا۔ ممنوعہ درخت کی شاخیں پھیلی ہوئی تھیں اور فرشتے اس کا پھل کھاتے تھے تاکہ وہ ابدی حیات کے مستحق ٹھہریں مگر آدم اور حوا کو اس کا پھل کھانے سے منع فرمادیا گیا۔ پس جب ابلیس نے ان کو پھسلانے اور گناہ کے مرتکب کرنے کا ارادہ کیا تو وہ سانپ کے پیٹ میں داخل ہوا، سانپ اس وقت چار ٹانگوں پر بختی اونٹ کی طرح چلتا تھا اور بہت خوبصورت معلوم ہوتا۔ جب سانپ جنت میں داخل ہو گیا تو ابلیس اس سے باہر نکلا اور اس (ممنوعہ) درخت کا پھل لے کر حوا کے پاس آیا اور کہنے لگا اس پھل کی طرف دیکھو اس کی خوشبو کتنی اچھی ہے اس کا ذائقہ اچھا اور رنگ کتنا خوبصورت ہے پس حوا نے اسے لیا اور کھا لیا پھر حواء حضرت آدمؑ کے پاس پہنچیں اور کہنے لگیں اس پھل کی طرف دیکھو اس کی خوشبو کتنی اچھی، اس کا ذائقہ کتنا عمدہ اور رنگ کیسا دلفریب ہے۔ پس آدمؑ نے بھی کھا لیا۔ اس کے فوری بعد ان دونوں (آدمؑ اور حواء) کے پوشیدہ اعضاء ظاہر ہو گئے جس پر آدمؑ جلدی سے اس درخت کے تنے میں داخل ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آواز دی " اے آدم تم کہاں ہو " آدم علیہ السلام نے جواب دیا۔ اے میرے رب میں یہاں ہوں، فرمایا: باہر کیوں نہیں نکلتے؟ آدم علیہ السلام کہنے لگے میں آپ سے حیا کرتا ہوں۔ فرمایا: یہ درخت زمین میں سب سے زیادہ ملعون ہو گا اس پر لعنت پیدا کر دی گئی ہے۔ اب اس کے پھل کانٹوں میں تبدیل ہو جائیں گے نیز فرمایا کہ اس وقت جنت اور زمین میں کیکر اور بیر کے درخت سے زیادہ فصل کوئی درخت نہ تھا پھر فرمایا، اے حواء تم نے میرے بندے کو دھوکا دیا لہٰذا حمل کا زمانہ تمہارے لیے (بطور) سزا مقرر کیا گیا اور اس میں تم بڑی مشقت اور تکالیف اٹھاؤ گی اور جب وضع حمل کا وقت ہو گا تو تم درد کی شدت سے اپنے آپ کو موت کے دہانہ پر پاؤ گی اور سانپ سے فرمایا: تجھ پر لعنت ہو۔ تیری ٹانگیں تیرے پیٹ میں داخل ہو جائیں گی اور تیری خوراک مٹی ہو گی۔ تجھ میں اور اولاد آدم میں دشمنی ہو گی۔ جہاں بھی تو انہیں نظر آئے گا وہ اپنی ایڑی سے تیرا سر کچل دیں گے اور جہاں وہ تجھے دکھائی دیں گے تو اپنے جبڑوں سے اسے ڈسے گا۔ حضرت وہب سے پوچھا گیا کہ فرشتوں کی خوراک کیا ہے؟ فرمایا قال يفعل الله ما يشاء۔ اس روایت کو بعینہ اسی سند کے ساتھ ابن جریر نے اپنی تفسیر جامع البیان فی تفسیر القرآن میں بھی نقل کیا ہے۔ یہاں صرف حوالہ پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔[19]

اس روایت پر تبصرہ

اس روایت کی سند میں پہلے راوی حسن بن یحیی بن کثیر العنبری المصیصی ہیں جو کہ عبد الرزاق بن ہمام سے روایت کرتے ہیں۔ اس کے بارے میں امام نسائی کہتے ہیں: یہ کوئی شی نہیں ہے، خفیف الدماغ یعنی کمزور دماغ والے تھے اور ایک موقع پر اس کو لا باس بہ کہا ہے۔[20]۔ اس روایت کے دوسرے راوی عبد الرزاق بن ہمام بن نافع الحمیری ہیں جس کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے لیکن ساتھ میں یہ بھی کہا ہے کہ جب یہ اپنے حافظہ سے روایت کرتے تھے تو خطاء ہوتے تھے اور اس میں تشیع بھی تھا۔ امام احمدؒ نے کہتے ہیں کہ اس کی قوت سماع کمزور تھی۔ امام احمدؒ یہ بھی کہتے ہیں کہ عبید اللہ بن موسیٰ عبد الرزاق کی روایات کو اس کی تشیع کی وجہ سے رد کرتے تھے۔[21]

اس روایت کو اگر بائبل میں دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ روایت اس کو دیکھ کر تیار کی گئی ہے۔ بائبل میں کچھ یوں وارد ہوا ہے: "اور خداوند نے سانپ سے کہا، اس لئے کہ تو نے یہ کیا، تو سب چوپایوں اور دشتی جانوروں میں ملعون ٹھہرا۔ تو اپنے پیٹ کے بل چلے گا اور اپنی عمر بھر خاک چاٹے گا۔ اور میں تیرے اور عورت کے درمیان اور تیری نسل اور عورت کی نسل کے درمیان عداوت ڈالوں گا۔ وہ تیرے سر کو کچلے گا اور تو اس کی ایڑی پر کاٹے گا۔ پھر اس نے عورت سے کہا کہ میں تیرے دردِ حمل کو بہت بڑھاؤں گا۔ تو درد کے ساتھ بچے جنے گی اور تیری رغبت اپنے شوہر کی طرف ہو گی اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا۔ اور آدم سے اس نے کہا چونکہ تو نے اپنی بیوی کی بات مانی اور اس درخت کا پھل کھایا جس کی بابت میں نے تجھے حکم دیا تھا کہ اسے نہ کھانا اس لئے زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی مشقت کے ساتھ تو اپنی عمر بھر اس کی پیداوار کھائے گا"۔[22]

عقلی دلائل:

ایک طرف اگر اس روایت کی سند کمزور ہے اور یہ بائبل سے منقول بھی ہے تو دوسری طرف اس میں ایسی باتیں بیان ہوئی ہیں جو کہ عقلی لحاظ سے بھی ٹھیک معلوم نہیں ہوتی:

i. اس روایت کے مطابق آدم و حواء علیہما السلام کو اس شجر سے اس لئے منع کیا گیا تھا تاکہ وہ ابدی حیات کے مستحق نہ ٹھہریں کیونکہ اس سے صرف فرشتے کھاتے تھے کہ وہ ابدی حیات کے مالک ہیں۔ اب یہ سوچنے کی بات ہے کہ کیا واقعی فرشتوں کے لئے حیات ابدی ہے؟ اگر ہے تو پھر ان کے اور اللہ کے درمیان فرق کیا رہ گیا کیونکہ حیات ابدی تو صرف اللہ تعالیٰ کا خاصا ہے نہ کہ کسی دوسری مخلوق کا۔

ii. اس روایت کے مطابق ابلیس سانپ کے پیٹ میں داخل ہو کر جنت میں داخل ہوا۔ اب ذہن میں سوال یہ آتا ہے کہ سانپ اگر جنت میں داخل ہوتا ہے تو جنت کے داخلے سے قبل وہ کہاں تھے؟

iii. اس روایت میں ہے کہ یہ درخت زمین میں سب سے زیادہ ملعون ہو گا اس پر لعنت پیدا کر دی گئی ہے۔ اب اس کے پھل کانٹوں میں تبدیل ہو جائیں گے نیز فرمایا کہ اس وقت جنت اور زمین میں کیکر اور بیر کے درخت سے زیادہ فصل کوئی درخت نہ تھا۔ مطلب یہ ہے کہ جس درخت سے منع کیا گیا تھا وہ کیکر اور بیر کا تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ درخت کیکر کا تھا یا پھر بیر کا؟ کیونکہ منع

کرنا ایک درخت سے تھا اور یہاں پر دو کا ذکر ہے اور بیر تو جنتیوں کی خوراک ہوگی اور بیر کا پھل تو آج بھی ہوتا ہے تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس کا پھل کانٹوں میں تبدیل ہو؟

iv حواء علیہا السلام کو یہ فرمانا کہ تیرا حمل ٹھہرانا بطور سزا ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسانوں کا پیدا کرنا بطور سزا ہے۔ ہاں عیسائیت میں ایسا گمان رکھنا ممکن ہے کیونکہ عیسائیت کے مطابق ہر انسان پیدائشی گنہگار ہوتا ہے اور اگر یہ حمل بطور سزا ہو تو ٹھیک ہے لیکن قرآن نے تو صراحت کی ہوئی ہے کہ ایک نفس دوسرے نفس کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا، وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ۔ یعنی خطاء حواء علیہا السلام سے ہو اور اس کی سزا ہر آنے والی عورت کو ملے، یہ تو خلاف عقل بات ہے۔

3 حدثنا القاسم قال حدثنا الحسين قال حدثني حجاج عن مفضل بن فضالة عن علي بن زيد بن جدعان عن يوسف بن مهران عن ابن عباس قال قال الحواريون لعيسى بن مريم لو بعثت لنا رجلا شهدالسفينة فحدثنا عنها فانطلق بهم حتى انتهى إلى كثيب من تراب فأخذ كفا من ذلك التراب بكفه فقال أتدرون ماهذاقالوالله ورسوله أعلم قال هذا قبر حام بن نوح۔[23]

ترجمہ: عیسیٰؑ کے حواریوں نے ان سے کہا کہ اگر آپ کسی ایسے شخص کو زندہ کریں جس نے کشتی نوح کو دیکھا ہو تو ہم اس سے کشتی کے متعلق سوال کریں۔ پس عیسیٰؑ اپنے متبعین کے ہمراہ چلے یہاں تک کہ وہ ایک نشیبی علاقہ میں پہنچ گئے وہاں آپ نے زمین سے مٹی اٹھائی اور ان سے پوچھا کہ کیا تم جانتے ہوں یہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ پھر حضرت عیسیٰ نے کہا کہ یہ حام بن نوح کی قبر ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اس نشیبی جگہ پر عصاء مارا اور کہا کہ اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا۔ یہ کہتے ہی وہ نشیبی جگہ پھٹی اور اس میں سے ایک بوڑھا شخص اپنے سر سے مٹی جھاڑتے ہوئے اٹھا۔ عیسیٰ نے اس سے پوچھا کیا تمہارا انتقال بڑھاپے کی عمر میں ہوا تھا؟ اس نے کہا کہ نہیں میرا انتقال تو جوانی میں ہوا تھا میں نے یہ گمان کیا کہ قیامت قائم ہو چکی ہے اس خوف سے میرے بال سفید ہو گئے ہیں۔ پھر انہوں نے اس سے کہا کہ نوح کی کشتی کے بارے میں بتادیں اس نے کہا کہ اس کا طول بارہ سو زراع اور عرض چھ سو زراع تھا کشتی کی تین منزلیں تھیں۔ ایک منزل میں جانور دوسری میں انسان اور تیسرے میں پرندے تھے۔ جب کشتی میں جانور کی غلاظت زیادہ ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے نوح کو حکم دیا کہ وہ ہاتھی کی دم کو ہلائیں پس انہوں نے ہاتھی کی دم کو ہلایا تو اس میں سے سور اور اس کی مادہ جھڑ کر گر پڑے اور انہوں نے تمام غلاظت کو چاٹ کر صاف کر دیا اور جب چوہوں نے تباہی پھیلائی تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق شیر کی دونوں آنکھوں کے درمیان ضرب لگائی تو شیر کے منہ سے بلی اور بلا جھڑ کر نکلے اور انہوں نے چوہوں کا صفایا کر دیا۔ عیسیٰ علیہ السلانے اس سے سوال کیا کہ نوح علیہ السلام کو کیسے پتہ چلا کہ تمام شہر غرق کر گئے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ ایک کوے کو بھیجتے تھے جو خبر لا کر دیتا تھا لیکن ایک دن دیکھا کہ وہ مردار کا گوشت کھا رہا ہے تو نوح علیہ السلام نے کوے کے لیے بد دعا کی یہی وجہ ہے کہ کوا آج تک گھروں اور انسانوں سے مانوس نہیں ہوتا۔ نوح علیہ االسلام نے کبوتر کو بھیجا تو اس نے اپنے چونچ میں زیتون کا پتہ لایا اور اس کے پاؤں پر مٹی لگی ہوئی تھی اس سے ان کو پتہ چلا کہ ہر چیز غرق ہو گئی ہے اور آپ نے کبوتر کے لئے دعا کی اس لیے وہ گھروں سے مانوس ہے اور وہ اعلیٰ پرندوں میں شمار ہونے لگا۔ پھر عیسیٰ کے حواریوں نے عیسیٰ علیہ السلام سے کہ اس کو ساتھ نہ لے چلیں تاکہ ہم اطمینان کے ساتھ بیٹھ کر اس کے ساتھ باتیں کر سکیں تو عیسیٰؑ نے جواب دیا، جس

شخص کا رزق دنیا سے ختم کر دیا گیا ہو وہ کس طرح آپ لوگوں کے ساتھ جا سکتا ہے پھر عیسیٰ نے فرمایا کہ اللہ کے حکم سے لوٹ جا اور وہ دوبارہ مٹی میں چلا گیا"۔

اس روایت پر تبصرہ

اس روایت کی سند میں ایک راوی مفضل بن فضالۃ البصری ہیں جو کہ مبارک بن فضالہ کے بھائی ہیں۔ نسائی نے اس کو لیس بالقوی کہا ہے جب کہ ترمذی کہتے ہیں کہ مفضل بن فضالۃ المصری اس سے اوثق ہیں۔ ابن معین نے بھی اس کو غیر ثقہ قرار دیا ہے۔[24]۔
اس روایت میں ایک اور راوی علی بن زید بن جدعان ہیں۔ ابو زرعۃ اور ابو حاتم نے اس کو لیس بالقوی کہا ہے۔ بخاری کہتے ہیں کہ اس پر حجت نہیں پکڑی جا سکتی۔ ابن خزیمہ کہتے ہیں کہ اس کا حافظہ خراب تھا۔ امام احمدؒ نے اس کو ضعیف کہا ہے جب کہ حماد بن زید کہتے ہیں کہ علی بن زید احادیث میں خلط ملط کرتا تھا اور یحیی بن معین نے اس کو لیس بشئی کہا ہے۔[25]

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت کو بھی بائبل سے لیا گیا ہے۔ طوالت سے بچنے کے لئے اس کا مختصر حصہ نقل کیا جاتا ہے:

"چالیس دن گزرنے پر نوح نے کشتی میں خود کی بنائی ہوئی کھڑکی کو کھول کر دیکھا۔ نوح نے ایک کوّے کو باہر چھوڑ دیا۔ زمین کا پانی خشک ہونے تک وہ کوّا ایک جگہ سے دوسری جگہ پر اُڑتا تھا۔ زمین کے خشک یا نم رہنے کے بارے میں جاننے کے لئے نوح نے ایک کبوتر کو بھی باہر اُڑایا۔ پانی ابھی تک رہنے کی وجہ سے وہ کبوتر لوٹ کر آ گیا۔ نوح نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر اُس کو پکڑ لیا اور اُس کو کشتی میں ساتھ لے لیا۔ نوح نے سات دنوں تک انتظار کرنے کے بعد پھر دوبارہ کبوتر کو باہر چھوڑا۔ اُسی شام کبوتر لوٹ کر نوح کے پاس آ گیا۔ اس وقت اس کی چونچ میں زیتون کے درخت کی ایک تازہ پتی تھی۔ اس سے نوح کو اس بات کا اندازہ ہوا کہ زمین میں خشکی آ گئی ہے۔ سات دنوں کے بعد نوح نے پھر کبوتر کو باہر چھوڑا۔ لیکن اس مرتبہ وہ واپس لوٹ کر نہ آیا۔ اس وجہ سے نوح نے کشتی کا دروازہ کھول دیا اور نوح اطراف واکناف دیکھنے لگے کہ زمین سوکھ گئی ہے"۔[26]

طبری کی یہ روایت جس طرح کہ سند کے لحاظ سے کمزور اور من گھڑت ہے اسی طرح عقلی لحاظ سے بھی من گھڑت معلوم ہوتی ہے۔

i عیسیٰؑ کی حواریوں کا کشتی کی لمبائی اور چوڑائی کے بارے میں پوچھنا عجیب ہے کیونکہ کشتی کے بارے میں معلوم کرنا نہ تو کوئی دینی مسئلہ تھا اور نہ ہی اس پر کسی دنیاوی فائدے کا دارومدار تھا تو صرف کشتی کے بارے میں کسی مردے کو زندہ کرنا سمجھ سے بالاتر ہے۔

ii جب کشتی میں جانور کی غلاظت زیادہ ہو گئی تو اللہ تعالی نے نوح کو حکم دیا کہ وہ ہاتھی کی دم کو ہلائیں پس انہوں نے ہاتھی کی دم کو ہلایا تو اس میں سے سور اور اس کی مادہ جھڑ کر گر پڑے اور انہوں نے تمام غلاظت کو چاٹ کر صاف کر دیا اور جب چوہوں نے تباہی پھیلائی تو اللہ تعالی کے حکم کے مطابق شیر کے دونوں آنکھوں کے درمیان ضرب لگائی تو شیر کے منہ سے بلی اور بلا جھڑ کر

نکلے اور انہوں نے چوہوں کا صفایا کر دیا"۔ یہ عبارت تو ایسا من گھڑت ہے کہ اس کا ماننے والا کوئی مجنون ہو سکتا ہے نہ کہ عقل سلیم والا۔

iii نوحؑ کا کوّے کے لئے بد دعا کرنا اور کبوتر کے لیے دعا کرنا کسی نبی کی شان کے مناسب نہیں ہے۔

iv یہ روایت قرآن کے خلاف بھی ہے کیونکہ قرآن میں ارشاد ہے:

"وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ"[27]

ترجمہ: اور حکم آیا اے زمین نگل جا اپنا پانی اور اے آسمان تھم جا اور سکھا دیا گیا پانی اور ہو چکا کام اور کشتی ٹھہری جودی پہاڑ پر اور حکم ہوا کہ دور ہو قوم ظالم۔

قرآن ہمیں بتا رہا ہے کہ اللہ کے حکم سے پانی خشک ہو گیا اور کشتی خود بخود جودی پہاڑ پر رک گئی لیکن اس روایت کے مطابق نوحؑ کو پانی نظر نہیں آتا اور نہ ہی کشتی سے سر جھانک دیتے ہیں تا کہ معلوم ہو کہ پانی خشک ہو گیا ہے کہ نہیں لیکن تکلیف کر کے کوّے اور کبوتر سے پانی کا اندازہ لگا لیتے ہیں جو کہ مشقت سے خالی نہیں ہے۔

v بائبل کی طرح کی ایک روایت ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں بھی لکھی ہے اور پھر اس کے بعد بائبل والی ایک اور روایت بھی نقل کی ہے لیکن اس پر تصریح بھی کی ہے کہ بائبل میں اس طرح آیا ہوا ہے۔ لیکن کوّے اور کبوتر والی روایت کچھ یوں بیان کی ہے:

"حَدَّثَنَا بِشْرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: ذُكِرَ لَنَا أَنَّ نُوحًا بَعَثَ الْغُرَابَ لِيَنْظُرَ إِلَى الْمَاءِ، فَوَجَدَ جِيفَةً فَوَقَعَ عَلَيْهَا، فَبَعَثَ الْحَمَامَةَ، فَأَتَتْهُ بِوَرَقِ الزَّيْتُونِ، فَأُعْطِيَتِ الطَّوْقَ الَّذِي فِي عُنُقِهَا، وَخِضَابَ رِجْلَيْهَا"[28]

ترجمہ: قتادہ کہتے ہیں کہ ہمیں ذکر کیا گیا ہے کہ نوحؑ نے کوّے کو پانی دیکھنے کے لئے بھیجا تو وہ مردار دیکھ کر کھانے لگا پھر کبوتر کو بھیجا تو اس نے زیتون کا ایک پتہ لایا تو اس کو گلے کا طوق اور پاؤں خضاب دیا گیا"۔

مطلب یہ ہے کہ کبوتر کو انعام کے طور پر گلے کے گرد کا حلقہ اور پاؤں کی سرخی دی گئی۔

4 حدثني موسى بن هارون قال حدثنا عمرو بن حماد قال حدثنا أسباط عن السدي في خبر ذكره عن أبي مالك وعن أبي صالح عن ابن عباس وعن مرة الهمداني عن ابن مسعودوعن ناس من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم أن إبراهيم عليه السلام أري في المنام فقيل له أوف نذرك الذي نذرت إن رزقك الله غلاما من سارة أن تذبحه۔[29]

ترجمہ: ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور بعض صحابہ سے مروی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اس طرح خواب دیکھا کہ کوئی ان سے کہہ رہا ہے کہ جو آپ نے اللہ کے لیے نذر مانی تھی اسے پورا کر اللہ تعالیٰ نے تجھے سارہ سے جو لڑکا دیا ہے اسے ذبح کر (یعنی اسحاق علیہ السلام)۔

اسی طرح کی ایک روایت کو ابن جریر نے اپنی تفسیر میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے لیکن اس روایت میں سدی سے آگے کی سند بیان نہیں ہوئی ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے۔[30]

اس روایت پر تبصرہ

اس روایت کی سند میں عمرو بن حماد، اسباط اور السدی وہ رواۃ ہیں جو ضعیف ہیں جن کے بارے میں علماء جرح وتعدیل کی آراء پہلی روایت میں بیان کی جاچکی ہیں۔ اس روایت کے ایک راوی ابو صالح ہیں جس کے بارے میں امام احمدؒ کہتے ہیں کہ ابن مہدی نے ابی صالح کو چھوڑ دیا تھا۔ یحیی بن معین نے اس کو لاباس بہ کہا ہے لیکن جب کلبی اس سے روایت کرتا ہے تو پھر یہ کوئی چیز نہیں ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ اس کی احادیث لکھی جاتی ہیں لیکن ان پر حجت نہیں پکڑی جاسکتی اور نسائی نے اس کو غیر ثقہ کہا ہے۔[31] یہ روایت قرآن کے نص کے خلاف ہے کیونکہ قرآن کچھ یوں فرماتا ہے: "وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ۔قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ۔إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ۔وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ۔وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ۔سَلَامٌ عَلَى إِبْرَاهِيمَ۔كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ۔ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ۔ وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِنَالصَّالِحِينَ"[32]

قرآن کی اس آیت میں ابراہیمؑ کو خواب کے پورا ہونے کے بعد اسحٰقؑ کی خوشخبری سنائی جارہی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ قربانی کی خاطر اسماعیلؑ کو لے گئے تھے نہ اسحٰقؑ کو۔

اس روایت سے ملتی جلتی ایک روایت بائبل میں بھی ہے، وہ کچھ یوں ہے: "ان تمام باتوں کے بعد خدا نے ابراہیم کو آزمایا۔ خدا نے آواز دی " ابراہیم! " ابراہیم نے جواب دیا، " میں یہاں ہوں۔ " تب خدا نے اس سے کہا کہ تیرا بیٹا یعنی تیرا اکلوتا بیٹا اسحاق کو جسے تو پیار کرتا ہے موریاہ علاقے میں لے جا۔ میں تجھے جس پہاڑ پر جانے کی نشاندہی کروں گا وہاں جاکر اپنے بیٹے کو قربان کر دینا۔ صبح ابراہیم اٹھا اور اپنے گدھے پر زین کسی۔ اسحاق کے ساتھ مزید دو نوکروں کو لیا۔ اور قربانی پیش کرنے کے لئے لکڑی جمع کی اور خدا کی بتلائی ہوئی جگہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ اس نے تین دن تک مسلسل سفر کیے۔ ابراہیم نے جب غور سے دیکھا تو مطلوبہ جگہ ان کو دور سے دِکھائی دی۔ اس کے بعد ابراہیم نے اپنے نوکروں سے کہا کہ یہیں پر گدھے کے ساتھ رُکو۔ میں اور میرا بیٹا دونوں جاکر اس جگہ پر عبادت کریں گے۔ پھر اس کے بعد ہم واپس لوٹ کر تمہارے پاس آئیں گے۔ ابراہیم قربانی کے لئے لکڑیاں جمع کر کے ان کو اپنے بیٹے کے کندھوں پر لادا۔ ابراہیم خاص قسم کی چھرُ ی اور انگارہ ساتھ لئے وہ دونوں ساتھ ساتھ آگے چلے گئے۔ اِسحاق نے اپنے باپ ابراہیم کو کہا، "ابّا" ابراہیم نے جواب دیا اور پوچھا، "کیا بات ہے بیٹے "اِسحاق نے کہا، "لکڑیاں اور آگ تو مجھے نظر آ رہی ہے۔ لیکن قربانی کے لئے میمنہ (بھیڑ کا بچّہ) کہاں ہے؟ "ابراہیم نے کہا کہ بیٹے! قربانی کے لئے مطلوبہ میمنہ کو خدا ہی فراہم کرتا ہے۔ خدا کی رہنمائی کردہ جگہ پر آئے وہاں پر ابراہیم نے ایک قربان گاہ بنائی۔ اوپر لکڑیوں کو ترتیب دیا۔ اس کے بعد وہ اپنے بیٹے اسحاق کے ہاتھ پیر جکڑ کر قربان گاہ کے اوپر جو لکڑیاں ترتیب دی گئی تھیں اس کے اوپر لِٹا دیا۔ تب اس نے اپنے بیٹے کو قربان کرنے کے لئے چھرُ ی کو اوپر اٹھایا۔ خداوند کا فرشتہ جنت سے ابراہیم کو پکارا، " ابراہیم، ابراہیم! " ابراہیم نے جواب دیا، "میں

یہاں ہوں۔" خدا کے فرشتے نے کہا کہ "اپنے بیٹے کو قربان نہ کر اور نہ ہی اسے کسی قسم کی تکلیف دے۔ اب میں جانتا ہوں کہ تم خدا سے ڈرتے ہو، کیوں کہ تم نے اپنے اکلوتے بیٹے کو قربان کرنے میں پس و پیش نہیں کیا۔" جب ابراہیم نے آنکھ اُٹھا کر اِدھر اُدھر دیکھا تو ایک مینڈھا نظر آیا۔ اُس مینڈھے کا سینگ ایک جھاڑی میں پھنس گیا تھا۔ وہ فوراً وہاں گیا۔ اور اُس مینڈھے کو پکڑا اور اپنے بیٹے کی جگہ اُس مینڈھے کو قربان کر دیا۔"۔[33]

یہاں پر بائبل کے بیان کے مطابق اسحٰقؑ کو ابراہیمؑ کا اکلوتا بیٹا کہا جارہا ہے حالانکہ خود بائبل کی تصریح کے مطابق اس سے پہلے ابراھیمؑ کا ایک اور بڑا بیٹا اسماعیلؑ بھی موجود تھا تو پھر اسحٰقؑ اکلوتے کیسے ہوگئے؟

5 فحدثني محمد بن الحسين قال حدثنا أحمد بن المفضل قال حدثنا أسباط قال قال السدي كان داود قد قسم الدهر ثلاثة أيام يوما يقضي فيه بين الناس ويوما يخلو فيه لعبادة ربه ويوما يخلو فيه لنسائه وكان له تسع وتسعون امرأة۔الخ۔[34]

اس روایت میں طبری نے قرآن کی آیت إن هذا أخي له تسع وتسعون نعجة ولي نعجة واحدة۔[35] کے تحت ایک واقعہ بیان کیا ہے جس کے لئے سبب ورود داؤدؑ کا ایک شخص کی بیوی کو نہاتے ہوئے دیکھ کر اس پر عاشق ہونا اور پھر اس کے شوہر کو کسی لڑائی میں مروا کر اس سے شادی کرنا اور پھر دو فرشتوں کا امتحان کے لئے آنا، بیان کیا ہے جو کہ بائبل سے اخذ شدہ ہے لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ بائبل میں داؤدؑ پر زنا کا الزام ہے اور یہاں پر اس کے شوہر کو مروا کر اس کی بیوی سے شادی کرنے کا بیان ہے، باقی کی کہانی دونوں کی تقریباً ایک ہی جیسی ہے۔ بائبل میں یہ واقعہ یوں بیان ہوا ہے:" شام میں وہ اپنے بستر سے اٹھا اور شاہی محل کی چھت کی اطراف چہل قدمی کرنے لگا۔ جب داؤد چھت پر تھا اس نے ایک عورت کو دیکھا جو نہا رہی تھی۔ وہ عورت بہت ہی خوبصورت تھی۔ اس لئے داؤد نے اپنے افسروں کو بھیجا اور پوچھا کہ وہ کون عورت تھی۔ ایک افسر نے جواب دیا: وہ عورت الیعام کی بیٹی سبع ہے وہ حتّی اوریاہ کی بیوی ہے۔ داؤد نے سبع کو اپنے پاس لانے کے لئے قاصدوں کو بھیجا۔ جب وہ داؤد کے پاس آئی تو انہوں نے اس کے ساتھ جنسی تعلق قائم کیا ٹھیک اسی وقت وہ اپنی ناپاکی سے پاک ہوئی تھی۔ تب پھر وہ اپنے گھر واپس چلی گئی۔ بت سبع حاملہ ہوئی۔ اس نے داؤد کو یہ اطلاع بھیجی، میں حاملہ ہوں۔ الخ۔[36]

اس کہانی کا حاصل یہ ہے کہ داؤدؑ کی ننانوے بیویاں تھیں تو (بروایت طبری) یا اوریاہ (بروایت بائبل) کی بیوی کو بھی ساتھ میں ملالیا تو سو ہوگئیں اس لئے فرشتے اس کے امتحان کے لیے آئے اور ننانوے اور ایک بکری کی مثال دے کر یہ واضح کر دیا کہ آپؑ کی ننانوے بیویاں تھیں اور یایا اوریاہ کی ایک تھی تو آپ نے وہ ایک اس سے کیوں لی؟ اس روایت کو ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں بھی بعینہ اسی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے جس کا یہاں پر صرف حوالہ ذکر کیا جاتا ہے۔[37]

بائبل کی ان آیات پر مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ لکھتے ہیں: "اس جھوٹے قصے پر تفصیلی تجزیہ کئے بغیر چند اہم نکات قابل غور ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ کیا اس عورت کا مکان شاہی محل کے ساتھ ملا ہوا تھا کہ شام کے وقت نہاتی ہوئی عورت چھت پر سے نظر آ گئی؟ دوسری بات یہ ہے کہ کیا اس زمانے میں عورتیں اپنے مکان کے صحن میں کھلے بندوں نہاتی تھیں کہ لوگ چھتوں پر سے ان کو دیکھ سکیں؟ تیسری بات یہ ہے کہ بائبل بتاتی ہے کہ داؤد علیہ السلام نے شام کے وقت چھت پر ٹہلتے ہوئے عورت کو دیکھا اور خوبصورتی

کا اندازہ کر لیا۔ کیا وہ عورت شام کے وقت غسل کرتے وقت اپنے پاس ایسی روشنی کا بندوبست کر کے بیٹھی تھی کہ لوگ اسے غسل کرتے ہوئے دیکھیں؟ داؤد علیہ السلام نے اس عورت کی خوبصورتی کو کس خوردبین کے ذریعے جانچ لیا؟ چوتھی بات یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام بادشاہ بھی تھے وہ اس عورت کے حالات رازداری کے ساتھ معلوم کر کے اپنی خواہش کی تکمیل کر سکتے تھے مگر انہوں نے اس کے بجائے لوگوں کو بھیج کر کھلے بندوں حالات کیوں دریافت کئے؟ پانچویں بات یہ ہے کہ بائبل بتاتی ہے کہ وہ عورت اپنی ناپاکی سے پاک ہو چکی تھی لہذا صحبت کرنے پر حاملہ ہو گئیں۔ اس الہامی مصنف کو اس عورت کا ناپاکی سے پاک ہونا کہاں سے معلوم ہو گیا؟ چھٹی بات یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اور اس کے گھرانے پر ناجائز تہمتوں پر مبنی اس کتاب سموئیل لکھنے لکھانے والا کون ہے؟ تو اس بارے میں عیسائی علماء کی تحقیق یہ ہے "مصنف یا مصنفوں کا کوئی واضح ذکر نہیں ملتا۔ 1۔ تواریخ 29:29 سے ظاہر ہے کہ اسے سموئیل، ناتن اور جاد کی مشترک تصنیف کہا جا سکتا ہے"۔ (قاموس الکتاب: ص 541)۔ نامعلوم لوگوں کا جمع کردہ پلندہ کہاں تک قابل اعتبار ہو سکتا ہے؟ کیا ایک مجہول الحال آدمی کے کہنے پر حضرت داؤد علیہ السلام جیسے عظیم رسول کی عظمت کردار پر اتنا بڑا الزام دھر دینگے؟ نعوذ باللہ من ذلک"۔[38]

ان واقعات کے علاوہ اور بھی ایسے کئی ایک واقعات ہیں جو بائبل سے متاثر ہو کر بنائی گئی ہیں اور ابن جریر طبری نے ان کو تاریخ اور تفسیر میں جگہ دی ہے جن کا اس مختصر مقالہ میں اندراج مشکل ہے جیسے کہ یہ واقعہ کہ یعقوب علیہ السلام کا اپنے ماموں کی بیٹی راحیل پر عاشق ہو جانا اور پھر اس کے ماموں کا دھوکہ سے اس کی بہن لیّا سے نکاح کروانا اور پھر سات سال بعد راحیل سے نکاح کروانا۔[39]۔ اسی واقعہ کو طبری نے اپنی تفسیر میں بھی بیان کیا ہے لیکن وہاں پر عاشقی والی بات نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ جب لیّا فوت ہو گئی تو پھر راحیل سے شادی کر لی۔[40]

خلاصہ بحث

ابن جریر طبریؒ کی تاریخ الامم والملوک اور جامع البیان فی تفسیر القرآن دونوں کو تاریخ اور تفسیر میں مصدر کی حیثیت حاصل ہے اور تمام مؤرخین اور مفسرین نے ان دو کتابوں سے خوب استفادہ کیا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو تاریخ قبل از اسلام کا اسلام سے بہت گہرا تعلق ہے کیونکہ قرآن مجید میں سابقہ امم اور ان کے انبیاء کے واقعات اجمالاً و تفصیلاً بیان ہوئے ہیں بلکہ اکثر اجمالاً ہیں جب کہ ان سابقہ انبیاء کی تفصیلی واقعات بائبل میں موجود ہیں، لیکن بائبل میں انبیاء سے متعلق ایسے واقعات ہیں جن کا کسی عام آدمی سے صدور تو ہو سکتا ہے، کسی نبی سے نہیں کیونکہ تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں اور ان سے گناہ کا صدور نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ ان سے زنا اور قتل جیسے اقدامات صادر ہوں، اب اگر بائبل نے ایسے واقعات نقل بھی کئے ہیں تو ہمارا اس سے کوئی سروکار نہیں لیکن کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ انبیاء سے متعلق ایسے من گھڑت روایات کو اپنی کتابوں میں شامل کریں اور پھر المیہ یہ بھی ہے کہ عوام تو کیا خواص بھی ایسے واقعات کو بلا تحقیق کئے ان کو آگے نقل کرتے ہیں اور یوں بائبل کی من گھڑت روایات مسلمانوں میں رواج پاتے ہیں۔

نتائج البحث

1 ابن جریر طبریؒ کی تاریخ الامم والملوک اور جامع البیان فی تفسیر القرآن دونوں کو تاریخ اور تفسیر میں مصدر کی حیثیت حاصل ہے اور تمام مؤرخین اور مفسرین نے ان دو کتابوں سے خوب استفادہ کیا ہے۔

2 اگر دیکھا جائے تو تاریخ قبل از اسلام کا اسلام سے بہت گہرا تعلق ہے کیونکہ قرآن مجید میں سابقہ امم اور ان کے انبیاء کے واقعات اجمالاً و تفصیلاً بیان ہوئے ہیں بلکہ اکثر اجمالاً ہیں جب کہ ان سابقہ انبیاء کی تفصیلی واقعات بائبل میں موجود ہیں۔

3 بائبل میں انبیاء سے متعلق ایسے واقعات ہیں جن کا کسی عام آدمی سے صدور تو ہو سکتا ہے، کسی نبی سے نہیں کیونکہ تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں اور ان سے گناہ کا صدور نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ ان سے زنا اور قتل جیسے اقدامات صادر ہوں۔

4 اگر بائبل نے ایسے واقعات نقل بھی کئے ہیں تو ہمارا اس سے کوئی سروکار نہیں لیکن کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ انبیاء سے متعلق ایسی من گھڑت روایات کو اپنی کتابوں میں شامل کریں اور پھر المیہ یہ بھی ہے کہ عوام تو کیا خواص بھی ایسے واقعات کو بلا تحقیق آگے نقل کرتے ہیں اور یوں بائبل کی من گھڑت روایات مسلمانوں میں رواج پاتی ہیں۔

حواشی و مصادر

[1] السبکی، تاج الدین عبد الوهاب بن تقی الدین، طبقات الشافعیة الکبریٰ، ص135/2۔138، دارالمعرفه بیروت، الطبعة الثانیة، 1413ھ

[2] الحموی شہاب الدین أبو عبد الله یاقوت بن عبد الله، معجم الأدباء، ص516/6، مؤسسة المعارف

[3] الطبری، محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الآملی، مقدمة ملحقة فی بدایة تاریخ الطبری، ص7-8 دار التراث بیروت، الطبعة الثانیة، 1387ھ

[4] خالد کبیر علال، ڈاکٹر، مدرسة الکذابین فی روایة التاریخ الإسلامی و تدوینه، ص149/3، الجزائر طبع اول

[5] الغافر:78/40

[6] البقرة:30/2

[7] الحجر:28/15-29

[8] آل عمران:59/3

[9] البقرة:35/2

[10] أبو جعفر الطبری، ابن جریر، تاریخ الأمم والملوک، ص69/1دارالکتب العلمیة۔بیروت، طبع 1407ھ

[11] البقرة:35/2

[12] ابن جریر، تاریخ الأمم والملوک، ص72/1

[13] أبوجعفر الطبری، محمد بن جریر، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ص563/1، رقم 747، دار ہجر بیروت

[14] أبوالحجاج المزی، یوسف بن الزکی عبدالرحمن، تہذیب الکمال، ص591/21، ترجمه 4350، مؤسسة

الرسالة بیروت طبع 1400ھ۔1980م

15 أبوالفرج ابن الجوزی،عبدالرحمن بن علی،الضعفاء والمتروکین،ص96/1ترجمہ291

16 الذہبی،شمس الدین،سیر أعلام النبلاء،ص314/9،ترجمہ 124مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

17 کتاب مقدس:پیدائش،1تا8

18 ابن جریر،تاریخ الأمم والملوک،ص74/1

19 أبوجعفر الطبری،محمد بن جریر، جامع البیان فی تفسیر القرآن،ص561/1، رقم746

20 أبوالحجاج المزی،یوسف بن الزکی عبدالرحمن، تہذیب الکمال،ص336/6،ترجمہ 1280

21 أبو حاتم التمیمی البستی،محمد بن حبان بن أحمد،الثقات،ص412/8،ترجمہ 14146، دارالفکر بیروت،طبع1395ھ۔1975م۔أبوالحجاج المزی،تہذیب الکمال،ص52/18،ترجمہ 3415

22 کتاب مقدس:پیدائش،15۔18

23 ابن جریر،تاریخ الأمم والملوک،ص113/1،باب: ذکر الأحداث التی کانت فی عہد نوح

24 الذہبی،ابوعبداللہ محمد بن أحمد،شمس الدین،میزان الإعتدال،ص169/4،ترجمہ 8732

25 الذہبی،سیر أعلام النبلاء،ص239/9،ترجمہ82

26 کتاب مقدس:پیدائش8: 1۔22

27 ہود:44/11

28 أبوجعفر الطبری،محمد بن جریر،جامع البیان فی تفسیر القرآن،ص423/12،رقم 18286

29 ابن جریر،تاریخ الأمم والملوک،ص160/1

30 ابن جریر،جامع البیان فی تفسیر القرآن،ص580/19،رقم29719

31 أبوالحجاج المزی،تہذیب الکمال،ص6/4ترجمہ 636

32 الصافات:104۔112

33 کتاب مقدس:پیدائش۔22: 1۔14

34 ابن جریر،تاریخ الأمم والملوک،ص283/1باب: ذکر خبرداؤد بن ایشی بن عوید

35 سورۃص:23

36 2سموئیل،11: 2 تا 27

37 ابن جریر،جامع البیان فی تفسیر القرآن،ص66/20 رقم30100

38 کیرانوی،رحمت اللہ،مولانا،ازالۃ الأوہام،ص1/ 146-147مکتبہ دارالعلوم۔کراچی

39 طبری،تاریخ الأمم والملوک،ص191/1باب:ذکر اسحاق بن ابراہیم

40 طبری،جامع البیان فی تفسیر القرآن،ص598/2، رقم 2112۔